سبق

امِ مریم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اُمِ مریم

سچی

"جانم کل پھر ٹائم پہ ہی تیار ہو جانا یاد سے۔" سالار نے آئینے کے آگے کھڑے ہو کر بال بناتے ہوئے کہا تو رومیصہ، جو اسد کی نیپی چینج کر رہی تھی کسی قدر چونکی۔

"خیریت کہیں جانا ہے کیا؟"

"افوہ اف تو تم بھلکڑ بہت ہو۔ یار بتایا تو تھا کل اکبر کا ولیمہ ہے وہ فیملی انوائیٹ کیا ہے۔" سالار نے زچ ہو کر جواب دیا اکبر اس کا دوست تھا۔

"تو آپ جائیں گے وہ فیملی؟ اینڈ مائنڈ اٹ میں ہمیشہ سے بھلکڑ نہیں تھی' آپ کی آل اولاد نے مل کر میرے سارے حواس چھین لیے ہیں۔" وہ جل کر کہہ رہی تھی سالار نے ہمیشہ کی طرح ہنس کر ٹال دیا۔

"ظاہر ہے بھئی جائیں گے کیوں نہیں۔ ہمارے بچے خوش ہو جائیں گے۔"

"تو پھر آپ ہی اپنے بچوں کے ساتھ تشریف لے جائیے گا۔ میں نہیں جا رہی پلٹون کے ہمراہ۔"

وہ ناک چڑھا کر نخوت سے بولی تو سالار نے بے اختیار گہرا سانس بھرا تھا اب اسے قائل کرنے کو کم از کم بھی دو تین گھنٹے تولازما" اس کی منت سماجت کرنا پڑتی۔ اکبر کی امی نے کتنے اصرار سے رومیصہ کو ساتھ لانے کا کہا تھا۔ اس کی بھولی صورت کچھ زیادہ ہی بھا گئی تھی شاید۔

"یار! بچے تمہیں کیا کہتے ہیں؟ میں انہیں خود دیکھ لوں گا ڈونٹ وری۔"

"اونہہ! دیکھ لیں گے۔ واش روم لے کر جائیں گے یا پھر جب یہ کپڑے گندے کریں گے وہ بدلوائیں گے؟ اوپر سے لوگوں کی ترحم بھری نظریں' مجھے رونا آنے لگتا ہے۔" وہ پہلے طنز سے پھر جھنجلا کر کہنے لگی آخر میں جیسے روہانسی ہوئی تو سالار نے ہونٹ بھینچ لیے تھے جبکہ اس کا غصہ ابھی کہاں اترا تھا۔

"پتا بھی ہے لوگ کتنا مذاق اڑاتے ہیں میرا؟ آفاق بھائی کی شادی پہ جب میں آپ کے پانچ بچوں کے ساتھ بارات میں گئی تو ان کی ریں ریں اور شرارتوں سے عاجز ہو کر ایک خاتون نے مجھے کیا کہا تھا؟ کہنے لگیں بیٹا انہیں ان کی ماسی کے حوالے کرو ماتا ماں کا بھی حق ہوتا ہے مگر تم تو خود دھان پان سی ہو پھر پانچ پانچ بچے کیسے سنبھالو گی؟" اور میں تو زمین میں گڑھ گئی تھی کیا جواب دیتی مگر وہ سمیعہ بھابھی ہیں نا گھنی میسنی بڑا مسکرا کر بولیں اماں جی! یہ سارے اسی کے تو بچے ہیں' لگتی نہیں ہے نا ان کی ماں؟ دراصل چھوٹی عمر میں شادی ہو گئی تھی اور بچے تو جیسے آسمانوں پر تھے ہی اس انتظار میں کہ اماں بیاہتا ہوں اور ہم پہنچیں ان کی گود میں' اف کیسی کمینی ہنسی تھی تب ان کے ہونٹوں پہ آپ دیکھتے تو پتا چلتا نا؟"

سالار نے اس کی موٹی موٹی سحر طراز آنکھوں میں آنسو دیکھے تو ساری جھنجلاہٹ بھلا کر مسکرانے لگا۔

"یار بس بے وقوف ہو تم بھی۔ شرمندگی بھلا کس بات کی؟ بچے تو اللہ کی نعمت ہیں ان لوگوں کو دیکھو جو بے اولاد ہیں کیسے ترستے ہیں۔"

"مگر یہ بھی تو دیکھیں ہماری شادی کو صرف چار سال ہوئے ہیں چار سال میں پانچ بچے۔ مذاق کی بات تو ہے نا لوگ تو میرا مذاق اڑاتے ہیں نا۔ کبھی بچے بنانے والی مشین کہتے ہیں کبھی خاندانی منصوبہ بندی کی دشمن۔"

"تم ان کی باتیں کیسے سن لیتی ہو۔ منہ نہیں توڑا جاتا تم سے ایسے جاہلوں کا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! حد ہے یعنی جہالت کی۔"

وہ واقعی غصے میں آ گیا تھا۔ "میں بھی آپ سے شادی کر کے پچھتا رہی ہوں۔ دیا کیا ہے آپ نے مجھے ان ڈھیر سارے بچوں کے سوا؟ جن کے گند صاف کرتے انہیں سنبھالتے میں سچ مچ پاگل ہو رہی ہوں۔" وہ بھی چیخ پڑی تھی۔ اصل بات بیچ میں رہ گئی تھی۔ وہ اسد کو بیچ کر تن فن کرتی کمرے سے چلی گئی۔ سالار روتے ہوئے اسد کو دیکھتا سر تھامے بیٹھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بچے کدھر ہیں؟" سالار نے گھر میں آتے ہی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کر لیا تھا۔

"امی کے گھر صبح ذیشان کو فون کیا تھا آ کر لے جائے۔" وہ سرخ بنارسی ساڑھی پہنے آئینے کے آگے کھڑی میک اپ کرنے میں مصروف تھی۔

"مگر کیوں؟ تمہیں پتا ہے ممانی جان کو اس عمر میں گھٹنوں کی تکلیف شروع ہو گئی ہے کیسے سنبھالیں گی۔" وہ سخت زچ ہو گیا تھا۔

"آپ نے مجھے شادی پر لے کے جانا ہے یا نہیں۔" رومیصہ نے ایک جھٹکے سے لپ اسٹک بند کر کے ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخ دی پھر اسے کسی قدر گھور کر طنز سے بولی تھی۔

"اطلاعا" عرض ہے کہ انہیں ہر وقت سنبھالتے میرے بھی جانے کہاں کہاں درد شروع ہو گئے ہیں مجھے بھی سکون چاہیے اور مزید یہ کہ آپ کے پاس صرف ایک بائیک ہے جس پر پانچ بچوں کے ساتھ بہرحال ہم دونوں بھی سفر نہیں کر سکتے۔"

رومیصہ کے لہجے میں کسی قدر تلخی تھی سالار ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ ولیمہ کی تقریب میں وہ جتنا



خاموش سا تھا وہ اسی قدر مطمئن اور سرشار' صرف چھوٹی لینا ہی اس کے پاس تھی۔ سالار کو اس کا یہ خودستائشی کا انداز گراں گزر رہا تھا۔ مگر خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"یہاں کدھر جارہے ہیں؟" واپسی پہ جب سالار نے بائیک کو رومیصہ کی امی کے گھر کی طرف موڑا تو اس نے کسی قدر ناگواری سے پوچھا تھا۔

"بچوں کو لینے کا ارادہ ہے کہ نہیں؟" تمام تر ضبط کے باوجود سالار کو تپ چڑھ گئی تھی۔

"میں ذیشان سے کہہ دوں گی فون پہ' رات کو چھوڑ جائے گا۔ ابھی بہت تھکی ہوئی ہوں گھر جا کے آرام کروں گی جو آپ کے بچوں کی موجودگی کے باعث تو خواب و خیال ہی ہوتا ہے۔" اس کے بے زار کن انداز میں تلخی کا عنصر بھی نمایاں تھا۔ سالار کا ضبط جیسے اسی دم چھلک گیا۔

"اچھا کس بات پہ تھکن ہوگئی آپ کو میڈم؟ کیا کیا ہے آپ نے وہاں باتیں کرنے اور شیخیاں بگھارنے کے سوا۔"

"دیکھا نا جل گئے فوراً" مرد اتنے ہی تنگ نظر ہوتے ہیں جیسے ہی اپنی بیوی پہ ستائشی نگاہوں کا اٹھنا محسوس کیا جل بھن کر کباب ہوگئے ہیں۔" وہ حظ لیتے ہوئے بھی اس کے لتے لینے سے باز نہیں آئی۔

"بکواس مت کرو۔" سالار نے بے دریغ جھاڑ دیا۔ بائیک کالونی میں داخل ہوگئی تھی۔ ڈیفنس ویو کے نام سے یہ ایک خوب صورت رہائشی علاقہ تھا جس کے اطراف چہار دیواری کی گئی تھی اور انٹرنس پہ مین گیٹ تھا۔ گلابی پھولوں والی بیلوں سے ڈھکی دیواروں والے گھر کے آگے سالار نے بائیک روکی اور اتر کر اندر چلا گیا۔ ممانی جان اسد اور اسامہ کو پاس بٹھائے کھانا کھلا رہی تھیں جبکہ فاطمہ اور عشنا سو رہی تھیں۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں ممانی جان! بچوں نے تنگ تو نہیں کیا۔" وہ ان کے پاس آبیٹھا۔ انہوں نے تپاک سے سلام کا جواب دیا سر پہ ہاتھ پھیرا آخری سوال پہ شفقت سے مسکرائیں۔

"یہ ننھی جانیں کیا کہتی ہیں کسی کو بیٹا! بلکہ ان کے آنے سے تو گھر میں رونق ہوجاتی ہے، بہت تمیزدار بچے ہیں۔"

"اچھا! لیکن ان کی والدہ ماجدہ کا تو خیال ہے یہ دنیا کے سب سے بدتہذیب اور بدتمیز بچے ہیں۔"

سالار نے مسکرا کر کہتے گویا اندر آتی رومیصہ کا موڈ بحال کرنا چاہا مگر وہ تو جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"ہاں ہاں کرلو میری غیبتیں میری ماں سے شرم تو آتی نہیں ہے نا؟"

"اف!" سالار کو ایک دم خفت نے سرخ کر ڈالا وہ اکثر یونہی بے لحاظ ہوجایا کرتی تھی' شرمندہ تو ممانی جان بھی ہوتی تھیں داماد کے ساتھ بیٹی کی بدزبانی پر' جبھی اسے بری طرح سے جھڑک کر رکھ دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے رومیصہ! شوہر ہے تمہارا اس طرح بات کرتے ہیں؟"

"اونہہ شوہر' سارے خیال بیوی کو ہی رکھنے ہوتے ہیں۔ شوہر جو مرضی کرتا پھرے۔"

لینا کو گود سے اتار کر بستر پہ پٹخا اور فاطمہ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگانے لگی تو سالار سے رہا نہیں گیا۔

"افوہ رومیصہ کیا کررہی ہو؟ اس طرح جگاتے ہیں بچوں کو؟"

"پھر کیا گیت گا کر جگاؤں؟" وہ بری طرح سے تڑخی اور سوئی ہوئی فاطمہ اور عشنا کو گھسیٹ کر بستر سے اتارا اور یونہی ساتھ کھینچتی باہر لے گئی۔

"بیٹا! یہ بہت بے وقوف ہے۔ ہم شرمندہ ہیں کہ۔"

"پلیز ممانی جان! ایسا مت کہیے۔ اس میں آپ کا تو کوئی بھی قصور نہیں ہے۔ یہ شادی سے پہلے ایسی تھوڑا ہی تھی۔ بچوں میں پڑ کے کچھ بدل گئی ہے۔ بس آپ بہتری کی دعا کیجیے گا۔" سالار سے ان کی خفت دیکھی نہ گئی تو نرمی و رسان سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہت دعا کرتی ہوں بیٹا کہ یہ سدھر جائے۔ اس کا رویہ ہمارے لیے بھی تکلیف دہ ہے۔ پھر تم تو ہر وقت

سہتے ہو۔" ممانی جان بے حد ملول تھیں۔ وہ ان کی رنجیدگی دیکھ کر دانستہ مسکرایا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ہر وقت ایسا موڈ نہیں ہوتا۔ کبھی کبھار صحیح بھی ہوتی ہیں۔"

"کاش یہ کبھی کبھار والی خوشگواری ہمیشہ پہ غالب آجائے آمین!"

ممانی جان نے صدق دل سے دعا کی تھی اور انہیں رخصت کرنے کے خیال سے باہر آگئیں۔

☼ ☼ ☼

"رومی! رومی کیا کررہی ہو؟ لینا رو رو کر ہلکان ہو رہی ہے اسے تو پکڑو۔"

سالار باتھ لے کر واش روم سے باہر آیا تو بیڈ پر ہاتھ پیر مار کر روتی بلکتی ہوئی لینا کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے زور سے پکارا۔

"فارغ نہیں بیٹھی ہوئی۔ بچوں کو اسکول کے لیے تیار کررہی ہوں ان کی وین آنے والی ہے۔"

وہ وہیں سے جواباً چیخی۔ سالار کچھ کہے بغیر لینا کو اٹھا کے پھرتا رہا اب ہچکیاں بھرتی اپنا انگوٹھا چوس رہی تھی یقیناً بھوکی تھی بچے تیار ہو کے اسکول گئے تب وہ لینا سمیت اس کے پاس آیا تھا۔

"اسے تو پکڑو مجھے بھی آفس جانا ہے۔" اس نے وال کلاک پہ نگاہ ڈال کر تحمل سے کہا پھر بھی وہ جھنجھلا اٹھی تھی۔

"یہ ابھی جاگ ہی رہی ہے؟ اگر آپ نے اسے جھولے میں ڈال کر جھولا دیا ہوتا تو سو جاتی نا۔"

"مجھے یہ ترکیب اگر تم نے پہلے بتائی ہوتی تو لازماً ایسا ہی کرتا۔" وہ کسی قدر خفگی سے کہتا لینا کو اسے پکڑا کر خود اپنی شرٹ اٹھا کر پہننے لگا۔

"ناشتہ تیار ہے میرا؟" مکمل تیاری کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوا لینا کو جھلاتی خود بھی نیند کے جھونکوں میں ادھر ادھر ڈول رہی تھی اس کی بات سنی تو منہ بنا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بناتی ہوں۔ اتنا ٹائم ہی کہاں ملا۔ بچوں کو کچا پکا کھلا کر بھیجا لنچ بھی تیار نہ کرسکی۔ بریک میں کچھ کھانے کو پیسے دیے ہیں۔" اس کی داستان امیر حمزہ نے سالار کو جی بھر کے کوفت کا شکار کیا یہ روز کی ہی کہانی تھی مگر آج اسے غصہ آنے لگا تھا۔ ٹائم بھی تو نہیں تھا اب۔ جبھی بہت سرد سے انداز میں اسے ٹوک دیا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس زحمت کی' جارہا ہوں میں۔"

وہ اس کے تلملانے کی پروا کیے بغیر اپنا بیگ اٹھائے بائیک گھسیٹتا ہوا چلا گیا شام کو تھکا ہارا واپس آیا تو الٹا رومیصہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ بچے اسے دیکھتے ہی اس کی سمت لپکے تھے۔

"پپا بھوک لگی ہے۔ مما نے کھانا نہیں دیا۔" اس اطلاع نے سالار کو متحیر کر ڈالا تھا وہ تنتناتا اس کے پاس آیا تھا۔

"بچوں کو کھانا نہیں کھلا سکتی تھیں تم۔"

"جہاں باپ عیاشیاں کرسکتا ہے کھانے پینے کی وہاں یہ بھی کھائیں میں نوکرانی نہیں ہوں کہ کام بھی کروں اور نخرے بھی سہوں۔" جواباً وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"چلو اٹھو میں کھانا نکال کر لاتا ہوں۔ اکٹھے کھائیں گے۔" وہ جان گیا تھا اس نے بھی نہیں کچھ کھایا جبھی موڈ اتنا خراب ہے۔ ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ کچھ اور تلخ ہوگئی۔

"میں نے کچھ نہیں پکایا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ ٹھٹکا تھا۔

"آپ صبح جو نہیں کھا کے گئے تھے۔" وہ منہ پھلا کر بولی تو سالار زچ ہونے لگا تھا۔

"تم نے کچھ بنایا ہوتا تو کھاتا نا؟"

"میں بنانے جارہی تھی مگر آپ۔۔۔ کس کے لیے کرتی ہوں یہ سب کچھ۔ آپ کے بچوں نے میری نیندیں ہی کیا سکون بھی حرام کرکے رکھ دیا ہے۔ رات کو بارہ بجے سوتی ہوں۔ صبح اذان کے ساتھ اٹھ کر بھی کام نہیں نبٹتے مشین بن کر رہ گئی ہوں۔ یا بچوں کو جنم دینا یا پھر گدھوں کی طرح سے کام کرنا۔ اس پر آپ کا

خراب موڈ بھی سہوں تو کیوں؟؟"

وہ روہانسی ہو کر کہتی باقاعدہ رونے کی تیاری میں تھی۔ شادی سے پہلے نازک سی لڑکی تھی، سالار جاب کے سلسلے میں ان کے شہر آیا تھا تب ماموں نے کہیں اور ٹھہرنے نہ دیا اور اپنے گھر لے آئے۔ وہیں نہ صرف رومیصہ اس کی وجیہہ۔ چارمنگ پرسنالٹی سے متاثر ہوئی، وہیں سالار بھی اس کالج کی دوشیزہ کے لیے اپنا دل دھڑکتا محسوس کرنے لگا تھا پتا ہی نہ چلا کب دونوں محبت کے راستے پر گامزن ہو گئے۔ یہ فاصلے جب دونوں کو گراں گزرے تب سالار نے اس کی مکمل رضا مندی پہ اپنے والدین تک بات پہنچائی اور جائز طریقے سے اسے حاصل کر لیا۔ محض انیس سال کی تھی جب شادی ہوئی چوبیس سال کی عمر تک وہ پانچ بچوں کی ماں بن چکی تھی مگر تھی ویسی ہی نازک سلم اور خوب صورت، دیکھنے والا یہ تک نہ جان پاتا کہ اس کی منگنی بھی ہوئی ہے۔

شادی کے ایک ماہ بعد ہی پریگننٹ ہوئی تو اس کا منہ بن گیا تھا وہ اتنی جلدی پابند ہونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر اب کچھ ہو بھی نہ سکتا تھا پہلی مرتبہ اس کے ہاں دو جڑواں بچوں نے جنم لیا تھا۔ اسد اور اسامہ ابھی صرف سوا سال کے تھے جب فاطمہ اور عشنا کی اکٹھی پیدائش ہوئی وہ تو کچھ ایسے بوکھلائی کہ باقاعدہ رو پڑی۔ اسامہ اور اسد کی مرتبہ تو پھپھو زندہ تھیں اسے پتا ہی نہ چلا تھا مگر اب چار چار بچوں کو سنبھالنا اسے پہاڑ سر کرنے کے مترادف لگ رہا تھا۔ پھر ڈھائی سالوں میں چار بچے اس کی فرینڈز جو ابھی زیر تعلیم تھیں اکثر اس سے ملنے آتیں تو اس ترقی پہ اس کا مذاق اڑاتیں جسے ہمیشہ رومیصہ نے دل پہ لیا۔ خاندان کے لوگ عزیز رشتہ دار سب ہی ہمدردی کی آڑ میں جب اس پہ ترس کھاتے تو اسے لگتا سب اس کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔ وہ بچوں سے بے زار رہنے لگی اور سالار سے مطالبہ کر دیا کہ اسامہ اور اسد کو امی کو دے دیں۔ پہلے پہل تو سالار نے ان سنی کر دی مگر جب اس نے ضد باندھ لی تو چڑ لیا۔

"بچے ہیں ہمارے کوئی نمک پارے بتاشے نہیں کہ اٹھا کر بانٹ دوں۔ پاگل ہو رہی ہو تم تو۔"

"ہاں ہو رہی ہوں پاگل کیسے سنبھالوں ان چار چار مصیبتوں کو اکیلی جان پھر ہمیشہ کے لیے تو نہیں دوں گی جب یہ ذرا بڑے ہو جائیں گے تو واپس لے لوں گی۔" وہ چیخ کر بولی تھی سالار نے ناگواریت سے اسے دیکھا۔

"وہ کیا سوچیں گے کہ ہمارے والدین کے پاس ہمیں کھلانے کو نہیں تھا یا پہنانے کو جو نانی کے پاس بھیج دیا؟ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔" اس کے دوٹوک انداز پہ رومیصہ رونے بیٹھ گئی تھی۔

"میں تمہارے لیے کل وقتی ملازمہ کا انتظام کر دیتا ہوں۔ تمہاری مدد کر دیا کرے گی اور بتاؤ کیا کروں؟"

سالار کے کہنے پہ اس نے احسان جتلانے والے انداز میں بات مانی تھی سالار نے ملازمہ کا انتظام کر دیا جو رومیصہ کی سخت مزاجی اور تند خوئی کے آگے ٹک نہیں پائی۔ ایک بار پھر وہی مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ ایک بار پھر پریگننٹ ہو گئی تو گویا ایک طوفان اٹھا دیا۔ وہ کسی صورت بھی اس بچے کو جنم دینے کو تیار نہیں تھی۔ سالار نے کیسے اسے سمجھایا کیسے قائل کیا یہ الگ داستان تھی۔ احادیث کا حوالہ مذہب کا ڈراوا تب جا کے وہ دھیمی پڑی مگر مزاج کی بے زاری ہنوز تھی لیتا کی پیدائش کے بیزاری، اکتاہٹ اور بڑھ گئی تھی کچھ ملنے جلنے والی خواتین نے رازداری اور خلوص سے مشورہ دیا تھا۔ مزید پریگننسی کنٹرول کرنے کا اور وہ اس پر عمل کا تہیہ کر بیٹھی تھی۔ ایک بار پھر سالار آڑے آیا۔

"پاگل ہو جو خدا کے کاموں میں دخل اندازی کی جرات کر رہی ہو؟"

"پھر کیا کروں! آپ نے کیا سمجھا ہے مجھے؟" وہ بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچ کر رو پڑی۔

"بے وقوف! تم کیا سمجھتی ہو یہ سب کچھ میری وجہ سے ہے۔ جانتی ہو نا خدا کی مرضی کے بغیر ایک پتا بھی

نہیں ہل سکتا یہ تو پھر بچے کی پیدائش ہے۔" وہ بری طرح زچ ہونے کے باوجود سمجھا رہا تھا۔ "جب آپریشن کروالوں گی پھر کیسے ہوں گے مزید بچے؟"

سارے سمجھانے پر پانی پھیرے وہ کہہ رہی تھی۔ سالار کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"نری جہالت! یاد ہے ثانیہ آپا نے بھی کروایا تھا یہ آپریشن مگر دس سال بعد پھر ایک بچے نے جنم لیا تھا ان کے ہاں ان کے علاوہ خالہ رضیہ یاد ہیں۔ تین بچوں کے بعد یہ آپریشن ڈاکٹرز نے اس وجہ سے کیا تھا کہ تینوں بچوں کی پیدائش بڑے آپریشن سے ہوئی تھی اور ڈاکٹرز کا خیال تھا کہ مزید بچے کی پیدائش اگر ہوئی تو ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ مگر ان کے ہاں اس وقت بچہ پیدا ہوا جب وہ اپنے بڑے بیٹے کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں اور تم ان کے پیچھے لگ کر خود بھی گناہ گار ہو رہی ہو۔ کیوں نہیں سمجھ جاتیں کہ اللہ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو انسان کی کمزور تدبیریں اس کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ تم اگر مزید اولاد نہیں چاہتیں تو اللہ سے دعا کرو وہ قبول فرمانے والا ہے اور بیشک اپنی ہر حاجت کے لیے اللہ کے آگے ہی ہاتھ پھیلانے چاہئیں کہ بندہ شرمندہ ہونے سے بچا رہے۔"

سالار نے رسان و نرمی سے سمجھایا جانتا تھا کہ تلخی و غصے سے بات اثر نہیں کرے گی اور باقی رومیصہ کے دماغ میں دیر سے سہی مگر یہ بات سما گئی تھی۔ جس پہ سالار نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"بولیں نا اب چپ کیوں ہو گئے ہیں؟ جھوٹے ہیں نا اس لیے۔" رومیصہ کی تلخ و تند آواز اسے ماضی کی یادوں سے کھینچ لائی تو اس نے گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا۔

"اچھا تو آپ رات کو بارہ بجے سوتی ہیں؟"

"تو کیا جھوٹ ہے؟" وہ جھنجلائی۔

"کون سا کام کرتی ہیں بھلا بارہ بجے تک میرا یا میرے بچوں کا؟ آٹھ بجے ہم کھانا کھا لیتے ہیں۔ ٹھیک نو بجے بچوں کو سلانے اور ہوم ورک کرانے کی ذمہ داری میری، آپ بس ٹیبل سمیٹتی ہیں دھونے والے گندے برتن سنک میں پھینک آتی ہیں پھر ٹی وی ہوتا ہے اور آپ ہوتی ہیں۔ تب اٹھتی ہیں جب نیند آپ کی مت مار دیتی ہے۔ مجھ سے تو خیر آپ نے ایسے بچنا اور بدکنا شروع کیا ہوا ہے جیسے میں کوئی نامحرم ہوں۔ خیر یہ حفاظتی اقدام بھی درست! اس وقت میرا موضوع یہ نہیں، کہنے کا مقصد صرف یہ ہے اگر آپ رات کو برتن دھو کر بچوں کے اور میرے کپڑے پریس کر کے آٹا گوندھ کر سوئیں تو صبح کو ہرگز یہ افراتفری کا سماں نہ ہو۔ صرف ناشتہ بنانا رہ جائے اور آپ بہت سہولت سے دونوں بچوں کو تیار بھی کر لیں۔ مگر آپ کو چار سال گزر جانے کے باوجود گھر سنبھالنا نہیں آسکا۔"

ٹھنڈے ٹھنڈے انداز میں ہونے والی اس بے عزتی نے رومیصہ کو نہ صرف خفت زدہ کیا بلکہ چراغ پا بھی کر دیا تو آنسو آنکھوں میں سجا کر بولی۔

"ہاں میں تو ہوں ہی بدسلیقہ پھوہڑ آج تک میں نے کچھ نہیں کیا آپ کے لیے۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

وہ بوکھلایا اور اسے ساتھ لگا کر آنسو پونچھنے چاہے مگر وہ تو بدک اٹھی تھی۔

"خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا۔ میری قربانیوں کا یہ صلہ دیا ہے مجھے۔"

آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔ سالار سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ ایک بار پھر وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے اسے موردِ الزام ٹھہرانے بیٹھ گئی تھی تو یہ کوئی نئی بات تھوڑا تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر میں آیا تو صاف ستھرے بچے سلیقے سے بیٹھے ہوم ورک میں مصروف تھے لیتا واکر میں بیٹھی بھاگتی پھر رہی تھی۔ عشنا اور فاطمہ کھلونوں میں مگن گھر صاف ستھرا خود رومیصہ بھی چاک و چوبند اسے دیکھا تو مسکرا

کراٹھی اور اس کا بیگ پکڑ کر رکھا کوٹ اتارا۔ سبزی کی ٹوکری میں چھری رکھ کر اس کام کو فی الحال موقوف کر دیا تھا۔ ”آپ بیٹھیں میں پانی لاتی ہوں۔“

وہ حیران نہیں تھا یہ کایا پلٹ مہینوں سے پلٹی ہوئی تھی البتہ مطمئن اور سرشار ضرور تھا متعدد بار رومیصہ سے اس تبدیلی کی وجہ پوچھی تھی مگر وہ ہر بار مسکرا کے ٹال گئی تو سالار نے بھی اصرار نہیں کیا تھا۔ بچوں کو سلا کر کچن کے کام سمیٹ کر وہ اس کے پاس بستر پہ آئی تو سالار نے شرارتاً ”اسے دیکھ کر بازو پھیلا دیے۔ وہ جھینپی تھی اور مسکراتے ہوئے اس کے بازوؤں میں سمائی جب سالار کروٹ بدل کر سو گیا تو اس نے بھی آنکھیں موند لیں۔

صرف سالار ہی نہیں اس کی اس تبدیلی پہ تقریباً“ بھی ملنے جلنے والے حیران تھے سوائے ذیشان کے جو اس کا سگا بھائی تھا اور جو خدا کے بعد اس کے اس راز سے آگاہ بھی تھا۔ اسے یاد تھا وہ جون کی ایک تپتی ہوئی دوپہر تھی اس کالی پی لو: ہو رہا تھا اس نے دوالی اور سونے کو لیٹ گئی عشنا اور فاطمہ جو پاؤں پاؤں چلتی تھیں نے بستر سے اتر کر ایک اودھم مچا دیا برتنوں کی اٹھا پٹخ اس کا آرام حرام ہو گیا تھا۔ اس نے غصے میں اٹھ کر دونوں کو دو دو لگائے۔ ان کے رونے کی آواز پہ سوئی ہوئی لینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ شور مچانے لگی۔

رومیصہ کا دماغ اتنا خراب ہوا کہ عشنا اور فاطمہ کو تو ڈپٹ کر سلا دیا مگر لینا کا موڈ نہیں تھا وہ کئی دنوں سے اس سے عاجز تھی راتوں کو جاگنا اس کی عادت بنتی جا رہی تھی۔ ساتھ والی آنٹی نے مشورہ دیا تھا تھوڑی سی افیم دودھ میں ملا کر پلا دیا کرو سوتی رہے گی۔ اس نے اس بات پر عمل کا پختہ ارادہ کیا تھا اور انہی سے افیم منگوائی تھی مگر رات کے بجائے دوپہر میں ضرورت پڑ گئی۔ اللہ جانے انہوں نے کتنی کہی تھی اس نے کتنی ملا دی دودھ پیتے ہی بچی کی حالت بگڑنے لگی منہ سے جھاگ' رنگت خطرناک حد تک پیلی اسے تو اپنا سر درد اور وجود کی کسلمندی سب کچھ بھول گیا۔ لینا کو دیکھ کر لگتا تھا وہ ہرگز نہیں بچ سکتی۔

اس نے گھبراہٹ میں روتے ہوئے ذیشان کو فون کر کے صورت حال بتائی وہ بھاگا آیا اور بچی کو نزدیکی ہاسپٹل لے گیا۔ بس قدرت کو زندگی منظور تھی جو جان بچ گئی۔ اس کا رو رو کر برا حال تھا۔ جب ذیشان نے تاسف سے اسے دیکھا تھا پھر کسی قدر سخت لہجے میں بولا تھا۔

”یہ آنسو اگر ندامت کے ہیں تو اچھا ہے۔ شکر کریں آج آپ ایک قاتلہ ہونے سے بچ گئیں۔ مائی گاڈ! اتنی بے حسی مجھے تو شک ہو رہا ہے آپ ان کی ماں ہی ہیں۔ مجھے تو رشک آ رہا ہے سالار بھائی کے حوصلے پہ جو آپ کو نبھا رہے ہیں۔ ان کی جگہ میری بیوی ایسی ہوتی تو چوٹی سے پکڑ کر گھر سے باہر کرتا۔“

وہ سخت غصے میں تھا مگر اس کے چہرے پہ پچھتاوا دیکھ کر پھر خود کو کمپوز کر کے نرمی سے بولا تھا۔

”خدا جب اپنے کسی بندے کو ہدایت سے نوازنا چاہتا ہے تو پھر اسے ٹھوکر لگاتا ہے خواب غفلت سے جگانے کو کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سنبھل جاتے ہیں کچھ منہ کے بل مزید پستی میں جا گرتے ہیں۔ آپ کو بھی اللہ نے ٹھوکر لگا دی ہے۔ یہ آپ پہ ڈیپنڈ کرتا ہے آپ سنبھلنے والوں میں ہوتی ہیں یا پستی میں گرنے والوں میں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہی ہے۔“

وہ کچھ خاموش ہوا تھا پھر توقف سے بولا۔

”ویسے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میں کسی کو بھی آپ کی اس حماقت کے بارے میں نہیں بتاؤں گا۔“

اس نے اپنا کہا پورا کیا اور رومیصہ کی بند آنکھیں بھی کھل گئیں۔ وہ ناشکری کی مرتکب ہوتی رہی تھی ہر لحاظ سے صد شکر کہ وہ ٹھوکر کھا کر گرنے والوں میں نہیں سنبھلنے والوں میں شمار ہوتی تھی۔